فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

”تو پوچھ لیا کرو ان سے جو جانتے ہیں، اگر تم نہیں جانتے“ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

فتاویٰ یسئلونک

آپ کے مسائل کا شرعی حل

رئیس دار الافتاء حضرت مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب

جمعۃ المبارک 05 ذیعقدہ 1444 26 مئی 2023

شمارہ 212

اس شمارے میں شامل فتاویٰ جات

- اگلی صف میں پہنچنے کے لیے لوگوں کی گردنیں پھلانگنا
- اچھے نام اور تحنیک کا حکم
- ماں کے چاچا سے نکاح

سوال ارسال کرنے کے طریقے

- سوالات تحریری صورت میں متعین سوالنامے پر بالمشافہہ جمع کروائیں۔
- ask@yasalunak.com پر برقی مراسلے (ای میل) کی صورت میں ارسال کریں۔
- www.yasalunak.com پر موجود سوالنامے کے ذریعے ارسال کریں۔
- 0333-9206874 پر مکمل نام کے ساتھ واٹس ایپ کریں۔

زیر اہتمام: فقہ اکیڈمی کراچی

C-335، بلاک-1، گلستان جوہر، بالمقابل جامعہ کراچی، یونیورسٹی روڈ، کراچی، پاکستان۔

اگلی صف میں پہنچنے کے لیے لوگوں کی گردنیں پھلانگنا

سوال: جمعہ کے عربی خطبہ کے دوران کچھ لوگ آخری صفوں میں بیٹھ جاتے ہیں اور اگلی صفوں میں جگہیں خالی ہوتی ہیں، اب بعد میں آنے والاان کی گردنوں کو پھلانگ کر آگے جا سکتا ہے یا نہیں؟ بعض دفعہ لوگ شروع والی صفوں میں بیٹھ جاتے ہیں، مگر ان کے درمیان راستہ ہوتا ہے، اب اس راستے سے اگلی صف میں جانا کیسا ہے؟ براہِ مہربانی اس مسئلے کی پوری وضاحت فرمائیں، آپ کی عین نوازش ہوگی۔

جواب: کسی بھی مجمع میں، بیٹھے ہوئے لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے بڑھنا، اور گنجائش نہ ہونے کے باوجود دو بندوں کے درمیان زبردستی گُھسنا جائز نہیں ہے، خواہ جمعہ کا مجمع ہو یا فرض نمازوں کا یا وعظ وغیرہ کی کسی مجلس کا، سب کا یہی حکم ہے۔ احادیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص مسجد میں آئے اور پچھلی صفوں میں نماز پڑھنے کی جگہ نہ ہو، اگلی صف میں جگہ موجود ہو تو اس کے لیے لوگوں کو تکلیف سے بچاتے ہوئے، ان کے جسم اور کپڑوں کو روندے بغیر اگلی صف میں جانا جائز ہے۔ نیز جمعہ کی نماز میں عربی خطبہ شروع ہونے سے پہلے اگلی صف میں جانا جائز ہے، عربی خطبہ شروع ہوجانے کے بعد جائز نہیں، لہذا اگر کوئی شخص عربی خطبہ شروع ہوجانے کے بعد مسجد میں آئے تو مسجد میں داخل ہوتے ہی قریب ترین جو جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جائے اور توجہ کے ساتھ خطبہ سُنے، دورانِ خطبہ اگلی صف میں پہنچنے کی کوشش نہ کرے۔ جب اقامت ہو تب اگلی صف میں جگہ ہو تو آگے بڑھے۔ مسجد میں جلدی آنے والے نمازیوں کو چاہیے کہ اگلی صفوں میں اگر جگہ خالی ہو تو پہلے اگلی صفوں کو پُر کریں، تاکہ بعد میں آنے والوں کو دقت نہ ہو۔

“قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: « من تخطى رقاب الناس يوم الجمعة اتخذ جسرا إلى جهنم »”. (سنن الترمذى، كتاب الجمعة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ماجاء فى كراهية التخطى يوم الجمعة)

“وقال صاحب التوضيح: وقد اختلف العلماء في التخطي، فمذهبنا أنه مكروه إلا أن يكون قدامه فرجة لا يصليها إلا بالتخطي فلا يكره حينئذ۔۔ وعند أصحابنا الحنفية لا بأس بالتخطي والدنو من الإمام إذا لم يؤذ الناس۔۔۔ هذا التعليل يشمل يوم الجمعة وغيره من سائر الصلوات في المساجد وغيرها، وسائر المجامع من حلق العلم وسماع الحديث ومجالس الوعظ، وعلى هذا يحمل التقييد بيوم الجمعة على أنه خرج مخرج الغالب لاختصاص الجمعة بمكان الخطبة وكثرة الناس، بخلاف غيره”. (عمدة القارى، باب لا يفرق بين اثنين يوم الجمعة: ٦/٢٠٧)

“لا بأس بالتخطي ما لم يأخذ الإمام في الخطبة ولم يؤذ أحدا إلا أن لا يجد إلا فرجة أمامه فيتخطى إليها للضرورة (قوله ولم يؤذ أحدا) بأن لا يطأ ثوبا ولا جسدا، وذلك لأن التخطي حال الخطبة عمل، وهو حرام، وكذا الإيذاء، والدنو مستحب، وترك الحرام مقدم على فعل المستحب، ولذا قال - عليه الصلاة والسلام - للذي رآه يتخطى الناس ويقول افسحوا: «اجلس فقد آذيت» وهو محمل ما روى الترمذي عن معاذ بن أنس الجهني قال: قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم - «من تخطى رقاب الناس يوم الجمعة اتخذ جسرا إلى جهنم» شرح المنية”. (الدر المختار مع رد المحتار، باب الجمعة: ٢/١٦٣)

“ولا يتخطى رقاب الناس للدنو من الإمام، وذكر الفقيه أبو جعفر عن أصحابنا - رحمهم الله تعالى - أنه لا بأس بالتخطي ما لم يأخذ الإمام في الخطبة، ويكره إذا أخذ؛ لأن للمسلم أن يتقدم ويدنو من المحراب إذا لم يكن الإمام في الخطبة ليتسع المكان على من يجيء بعده وينال فضل القرب من الإمام، فإذا لم يفعل الأول فقدضيع ذلك المكان من غير عذر، فكان للذي جاء بعده أن يأخذ ذلك المكان، وأما من جاء والإمام يخطب فعليه أن يستقر في موضعه من المسجد؛ لأن مشيه وتقدمه عمل في حالة الخطبة، كذا في فتاوى

قاضي خان". (الفتاوى الهندية، الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ: ۱/ ۱٤۸)

اچھے نام اور تحنیک کا حکم

سوال: بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ آپ لوگ بچوں کے اچھے نام رکھا کریں اور اچھے اور نیک لوگوں سے تحنیک (گھٹی) دلوایا کریں۔ جب ہم ان نصیحتوں پر عمل کرتے ہیں تو ہمیں ان کا اثر الٹا ہی نظر آتا ہے، مثلا جن بچوں کا نام عمر ہوتا ہے، تو ان میں سے ۹۰ فیصد بچے بہادر ہونے کے بجائے انتہائی بزدل ہوتے ہیں اور جن بچیوں کا نام معصومہ اور رینہ ہوتا ہے تو ان سے زیادہ شرارتی اور سخت کوئی اور نہیں ہوتی۔ اسی طرح کا معاملہ تحنیک (گھٹی) کے ساتھ بھی ہے۔ ہمارے ایک جاننے والے سائنٹسٹ نے تین بچوں کو گھٹی دی اور وہ تینوں بڑی مشکل سے میٹرک تک اپنی تعلیم مکمل کر پائے ہیں۔ اس ضمن میں ازراہ کرم یہ رہنمائی فرمادیجئے کہ کیا اچھے ناموں اور گھٹی کا اثر ہوتا ہے یا نہیں اور مذکورہ مسائل کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: اپنے بچوں کے اچھے اور صحیح معنی والے نام رکھنا سنت ہے۔ آپ ﷺ نے اچھے نام رکھنے کو اولاد کے حقوق میں سے فرمایا ہے، اور برے نام رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح "تحنیک" کا عمل سنت ہے کہ کسی نیک صالح شخص کی چبائی ہوئی کھجور یا کوئی میٹھی چیز نومولود بچے کے منہ میں ڈالی جائے۔ "تحنیک" کے عمل سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ جب نیک صالح شخص کی چبائی ہوئی کھجور یا میٹھی چیز بچے کے منہ میں جائے تو اس شخص کی اچھائیوں اور اس کی نیکی کی برکات بچے کے اندر منتقل ہوجائیں، اس لیے تحنیک کا عمل کسی نیک صالح متبع سنت بزرگ سے کروانا چاہیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يؤتى بالصبيان فيبرك عليهم ويحنكهم. رواه مسلم" (مشكوة المصابيح، باب العقيقة) ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ کے پاس نومولود بچوں کو لایا جاتا، آپ ﷺ ان کے لیے برکت کی دعا فرماتے اور ان کی تحنیک فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے جن بچوں کی تحنیک فرمائی وہ دیگر بچوں کے مقابلے میں فضائل و کمالات میں بڑھے ہوئے تھے۔

اسی طرح اچھے ناموں کے اچھے اثرات اور برے ناموں کے برے اثرات ہونا احادیث سے ثابت ہے۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے: "أخبرني عبد الحميد بن جبير بن شيبة، قال: جلست إلى سعيد بن المسيب، فحدثني: أن جده حزنا قدم على النبي صلى الله عليه وسلم فقال: «ما اسمك» قال: اسمي حزن، قال: «بل أنت سهل» قال: ما أنا بمغير اسما سمانيه أبي، قال ابن المسيب: «فما زالت فينا الحزونة بعد» (صحيح البخاري، كتاب الادب، باب تحويل الاسم الى اسم احسن منه)

ترجمہ: حضرت عبدالحمید ابن جبیر ابن شیبہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) میں حضرت سعید ابن المسیب کی خدمت میں حاضر تھا، انہوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ میرے دادا جن کا نام "حزن" تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا میرا نام حزن (جس کے معنی ہیں سخت اور دشوار گزار زمین) ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: (حزن کوئی اچھا نام نہیں ہے) بلکہ میں تمہارا نام "سہل" (اس کے معنی ہیں ملائم اور ہموار زمین، جہاں آدمی کو آرام ملے) رکھتا ہوں۔ میرے دادا نے کہا کہ میرے باپ نے میرا جو نام رکھا ہے میں اس کو تبدیل نہیں کرسکتا۔ حضرت سعید بن المسیب نے فرمایا کہ: اس واقعے کے بعد سے ہمارے خاندان میں ہمیشہ سختی رہی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نام کا اثر ہوتا ہے۔

اس میں یہ سمجھنا چاہیے کہ اچھے نام کا یا تحنیک کا موثر ہونا سبب کے درجے میں ہے۔ جس طرح دیگر اسباب اللہ کے حکم کے بغیر موثر نہیں ہوتے اسی طرح نام اور تحنیک کا اثر بھی اللہ کے حکم کے بغیر نہیں ہوتا۔

جہاں تک آپ کے اس اشکال کا تعلق ہے کہ بعض دفعہ تحنیک کا اُلٹا اثر ہوتا ہے، یہ بات درست نہیں، کیونکہ جہاں نام یا تحنیک کا شخصیت پر اثر ہوتا ہے وہاں دیگر عوامل، جیسے ماحول، تعلیم وتربیت کا بھی اثر ہوتا ہے۔ بعض دفعہ دیگر عوامل جیسے غلط ماحول یا غلط تربیت کا اثر بچے کی شخصیت پر اس قدر غالب آجاتا ہے کہ اس میں اچھے نام کا یا تحنیک کا اثر ظاہر نہیں ہوتا، بلکہ ان عوامل سے صرفِ نظر کرنے کی وجہ سے یہ غلط فہمی بھی پیدا ہوجاتی ہے کہ یہ نام کا یا تحنیک کا اُلٹا اثر ہوا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی بیمار

شخص دوا کھائے، لیکن پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے اس کی بیماری بڑھتی چلی جائے، اور وہ یہ سمجھے کہ مجھ پر دوا کا اُلٹا اثر ہو رہا ہے، حالانکہ یہاں بیماری بڑھنے کا سبب بدپرہیزی ہے، دوا نہیں۔ جب تک وہ بدپرہیزی نہیں چھوڑے گا، دوا اثر نہیں کرے گی، اس لیے جہاں یہ ضروری ہے کہ بچے کا نام اچھا رکھ کر، اور نیک لوگوں سے تحنیک کروا کر برکت حاصل کی جائے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ اچھی اور نیک صفات پیدا کرنے کے لیے اس کا معاون ماحول اور تربیت بھی فراہم کی جائے۔ نیز نام اور تحنیک کو اسباب کے درجے میں رکھا جائے اور ان کے بذاتِ خود لازماً موثر ہونے کا عقیدہ نہ رکھا جائے۔

"عن عطاء، عن ابن عباس، أنهم قالوا: يا رسول الله، قد علمنا حق الوالد على الولد، فما حق الولد على الوالد؟ قال: « أن يحسن اسمه، ويحسن أدبه «۔ (شعب الايمان،باب حقوق الاولاد والاهلين)

«حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة، حدثنا يزيد بن هارون، أخبرنا ابن عون، عن ابن سيرين، عن أنس بن مالك، قال: كان ابن لأبي طلحة يشتكي، فخرج أبو طلحة، فقبض الصبي، فلما رجع أبو طلحة قال: ما فعل ابني؟ قالت أم سليم: هو أسكن مما كان، فقربت إليه العشاء فتعشى، ثم أصاب منها، فلما فرغ قالت: واروا الصبي، فلما أصبح أبو طلحة أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخبره، فقال: «أعرستم الليلة؟» قال: نعم، قال: «اللهم بارك لهما» فولدت غلاما، فقال لي أبو طلحة: احمله حتى تأتي به النبي صلى الله عليه وسلم، فأتى به النبي صلى الله عليه وسلم، وبعثت معه بتمرات، فأخذه النبي صلى الله عليه وسلم فقال: «أمعه شيء؟» قالوا: نعم، تمرات، فأخذها النبي صلى الله عليه وسلم فمضغها، ثم أخذها من فيه، فجعلها في في الصبي ثم حنكه، وسماه عبد الله». (الصحيح لمسلم،باب استحباب تحنيك المولود عند ولادته وحمله إلى صالح يحنكه)

"والحكمة فيه أنه يتفاءل له بالإيمان، لأن التمر ثمرة الشجرة التي شبهها رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمؤمن،وبحلاوته أيضا،ولا سيما إذا كان المحنك من أهل الفضل والعلماء والصالحين،لأنه يصل إلى جوف المولود من ريقهم، ألا ترى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما حنك عبد الله بن الزبير حاز من الفضائل والكمالات ما لا يوصف؟ وكان قارئا للقرآن عفيفا في الإسلام، وكذلك عبد الله بن أبي طلحة كان من أهل العلم والفضل والتقدم في الخير ببركة ريقه المبارك». (عمدة القاري،باب تسمية المولود غداةيولدلمن يعق عنه وتحنيكه:٢١/ ٨٣)

«اتفق العلماء على استحباب تحنيك المولود عندولادته بتمر، فإن تعذر فما في معناه وقريب منه من الحلو،فيمضغ المحنك التمر حتى تصير مائعة بحيث تبتلع، ثم يفتح فم المولود ويضعها فيه ليدخل شيء منها جوفه، ويستحب أن يكون المحنك من الصالحين وممن يتبرك به رجلا كان أو امرأة فإن لم يكن حاضرا عند المولود حمل إليه(شرح النووي على مسلم،باب استحباب تحنيك المولود عندولادته:١٤/ ١٢٢)

ماں کے چاچا سے نکاح

سوال: میرا سوال یہ ہے کہ اگر ایک لڑکی نے اپنی ماں کے چاچا سے نکاح کیا، تو کیا نکاح منعقد ہو جائے گا؟

جواب: واضح رہے کہ ماں کا چچا(یعنی نانا کا بھائی) محرم ہوتا ہے، اس لیے اپنی ماں کے چچا سے نکاح کرنا جائز نہیں، شرعاً ایسا نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں دونوں کا میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزارنا حرام ہے، فوراً علیحدگی اختیار کرنا واجب ہے۔

(الباب الثالث في بيان المحرمات) وهي تسعة أقسام(القسم الأول المحرمات بالنسب)وهن الأمهات والبنات والأخوات والعمات ۔۔وأما العمات فثلاث: عمة لأب وأم،وعمة لأب، وعمة لأم ، كذا عمات أبيه وعمات أجداده وعمات أمه وعمات جداته"(الفتاوى الهندية،كتاب النكاح،الباب الثالث فی المحرمات:١/٢٧٣)

ختم شد